Fikr-o-Nasar (Islamabad) 3:11-12 (1966)

انتقاد

تحریکِ جماعتِ اسلامی :- ایک تحقیقی مطالعہ

تالیف ڈاکٹر اسرار احمد ایم اے۔ ایم۔ بی۔ بی۔ ایس ۔ شائع کردہ دار الاشاعت الاسلامیہ بالمقابل ڈاکخانہ کرشن نگر۔ لاہور۔ ضخامت ۲۲۶ صفحات، مجلد، قیمت چار روپے۔

بقول مصنف "پیشِ نظر تحریر دراصل ایک بیان ہے، جو بحیثیت رُکن جماعت اسلامی راقم الحروف نے اکتوبر ۱۹۵۶ء میں جائزہ کمیٹی کی خدمت میں پیش کیا تھا"

اُس وقت اس بیان کو شائع نہ کرنے کی وجہ ڈاکٹر صاحب موصوف یہ بتاتے ہیں کہ

"...... متذکرہ بالا جائزہ کمیٹی کی رپورٹ پیش ہونے کے فوراً بعد جو ہنگامی صورتِ حال پیدا ہوئی، جس کے نتیجے میں نہ صرف پوری جائزہ کمیٹی، بلکہ مولانا امین احسن اصلاحی اور کم و بیش پچاس ساٹھ ارکانِ جماعت، جماعت سے علیحدہ ہوئے اور پھر الزامات اور ان کے جوابات کا جو تلخ سلسلہ شروع ہوا، اُس نے جماعت کی اندرونی اور اس کے قریب کی فضا کو اس درجہ مکدر کر دیا تھا کہ اس میں اس بات کا سرے سے کوئی امکان باقی نہیں رہ گیا تھا کہ کسی بھی بات پر ٹھنڈے دل سے غور کیا جا سکے، یہ سلسلہ پورے شدّ و مد کے ساتھ مسلسل کئی سال جاری رہا۔ اور اس کے نتیجے میں جماعت سے متعلق اور اس سے دلی ہمدردی رکھنے والے حضرات کے ذہنوں میں جماعتی عصبیت اس قدر راسخ ہو گئی کہ اُن کے قلوب و اذہان نے جماعت سے نکلے ہوئے تو کجا، جماعت سے باہر کے کسی بھی شخص کی بات سُن کر اس پر غور کرنے سے انکار کر دیا"

مصنف کے نزدیک اب "..... عام طور پر فضا میں وہ تکدر باقی نہیں رہا جو کبھی تھا۔ اور نتیجۃً اس کی توقع کی جا سکتی ہے کہ جماعت سے متعلق حضرات میری اس تحریر کو کسی قدر کھلے دل سے پڑھ سکیں گے ـــــ اسی امید پر میں اب اس تحریر کو اشاعتِ عام کے لیے پیش کر رہا ہوں"

ڈاکٹر اسرار احمد نے اس کتاب کے ذریعہ دراصل جماعت اسلامی کے "اُن چند نیک دل مخلص لوگوں" کو اپنا مخاطب بنایا ہے، "جنہیں اس اصل تحریک کی دعوت نے کھینچا تھا اور جو ابھی تک جماعت اسلامی کی قومی تحریک کا دامن اسی اصل تحریکِ اسلامی کے مغالطے میں تھامے چلے آ رہے ہیں اور اب بھی اگرچہ اُن کی اکثریت کچھ کھٹک محسوس کر رہی ہے، لیکن سوائے چند کے کوئی نہیں جانتا کہ جسے سینے سے لگائے پھر رہے ہیں، وہ ایک ایسی بے جان نعش ہے جس کی روح کبھی کی پرواز کر چکی ہے ......"

غرض جماعتِ اسلامی کی جائزہ کمیٹی کے سامنے اکتوبر ۱۹۵۶ء کے پیش کردہ بیان کا اِس وقت شائع کرنا، خدا نخواستہ کسی درپردہ سازش کا نتیجہ نہیں، اور نہ اس سے مقصود درونِ خانہ رازوں کو بے نقاب کرنا ہے۔ اس کتاب کی اشاعت سے مصنف دراصل یہ چاہتے ہیں کہ:۔

"جماعت کے اُن چند نیک دل مخلص لوگوں پر آج واضح ہو جائے کہ فلاں جگہ سے ہم غلط موڑ مڑ آئے ہیں اور اب غلط راستے پر چل رہے ہیں تو وہ آگے بڑھنے کی دُھن میں غلط راستے پر چلتے رہنے کو گوارا کرنے کی بجائے واپس مُڑ کر صحیح راستے کو اختیار کرنے میں پس و پیش سے کام نہ لیں گے ......"

سب سے پہلے تو مصنف نے یہ بات واضح کرنے کی کوشش کی ہے کہ "تحریکِ جماعتِ اسلامی" درحقیقت "مولانا مودودی کی تحریکِ اسلامی" نہیں، جیسا کہ عام طور پر پیش کیا جاتا ہے، بلکہ "........ یہ بھی ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ کچھ اور اہلِ قلم کی تحریروں نے بھی جماعتِ اسلامی کے تصورِ دین اور تحریکِ اسلامی کے خطوط اور نقوش مرتب کرنے میں اہم حصہ ادا کیا۔ اور مولانا امین احسن اصلاحی صاحب کی تصانیف تو اس معاملہ میں انتہائی مؤثر ثابت ہوئیں، حتیٰ کہ یہ ایک حقیقت ہے کہ جماعت کی تشکیل کے بعد اس کے تحریکی لٹریچر میں مولانا اصلاحی صاحب کی تحریروں کا پلڑا بھاری نظر آتا ہے۔"

راقم الحروف تبصرہ نگار کے نزدیک مولانا مودودی اور بعض ان حضرات کے درمیان جنہوں نے بقول مصنف "جماعت اسلامی کے تصورِ دین اور تحریکِ اسلامی کے خطوط اور نقوش مرتب کرنے میں اہم حصہ ادا کیا" بعد میں جو شدید اختلافات رونما ہوئے، اُس کی ایک بڑی وجہ یہ تھی کہ جب جماعتِ اسلامی ایک اصولی دینی جماعت کے بجائے جس کے پیشِ نظر دینِ حق کے اصول و مبادی کی نشر و اشاعت اور اُن کے مطابق علمی و ذہنی فضا پیدا کرنی تھی، عملی سیاست میں آگئی، تو اس سوال کا اُٹھنا بالکل فطری تھا کہ اس میں آخری فیصلہ کن قوت مولانا مودودی ہوں یا جماعت، اور چونکہ اس ضمن میں جماعتِ اسلامی کا بنیادی نقطۂ نظر اس دور کی اکثر دینی جماعتوں کی طرح شروع ہی سے جمہوری کے بجائے

تحکمی رہا تھا، اس لئے قدرتاً جماعت پر امیر کی شخصیت غالب آئی اور جماعت کے سربرآوردہ ارکان کو اس سے نکلنا پڑا۔

ہمارے ہاں کی اکثر بلکہ زیادہ صحیح الفاظ میں تمام تر دینی جماعتوں میں یہ بات من جملہ اُصول موضوعہ کے مانی جاتی ہے کہ جب ایک دفعہ جماعت کا امیر منتخب کر لیا جائے، تو وہ تاحینِ حیات امیر رہے گا۔ اور جماعتی فیصلوں میں خواہ وہ قرآن و سنت کی تعبیر کے بارے میں ہوں۔۔ یا دوسرے انتظامی شعبوں کے متعلق، امیر جماعت کی رائے کو دوسرے ارکان کی آراء پر لازماً فوقیت حاصل ہوگی۔ یہ نقطۂ نظر صحیح ہے یا غیر صحیح، ہمیں اس سے بحث نہیں۔ لیکن ہمیں یہاں صرف اس کا اثبات کرنا ہے۔ اور یہ بتانا ہے کہ ہماری دینی جماعتوں کے لئے اپنے اس بنیادی نقطۂ نظر کے ساتھ جمہوریت، جمہوری اصولوں اور جمہور کے اقتدارِ اعلیٰ کے اُصول کو اپنانا قریب قریب ناممکن ہے۔ اور اسی نقطۂ نظر کا نتیجہ ہے کہ ایک عرصہ دراز سے مسلمانوں کا دینی ذہن نہ تو جدید قانون سازی کے لئے اجتہاد کی اجازت دینے کا روادار ہے، اور نہ وہ نئے اجماع کو ماننے کے لئے تیار ہے۔

ہمارے نزدیک ۱۹۵۶ء کے آواخر میں جماعت اسلامی میں جو داخلی انقلاب ہوا، وہ اس بنیادی نقطۂ نظر کا حتمی نتیجہ تھا۔

مصنف نے تحریکِ جماعتِ اسلامی کے دو دَور بتائے ہیں۔ ایک قبل از تقسیم کا دَور، اور دوسرا بعد از تقسیم کا دَور۔ اُن کے نزدیک پہلا دَور ایک اُصولی اسلامی تحریک کا دَور ہے۔ اور اِس دَور کی خصوصیات کا ایک خاکہ وہ اِن الفاظ میں پیش کرتے ہیں:

> "...... واقعہ یہ ہے کہ جماعت اسلامی کی تحریک کا یہ دَورِ اوّل کم از کم ظاہری اعتبار سے بالکل وہی نقشہ پیش کرتا ہے، جو ہمیشہ سے انبیائے کرام علیہم السلام کی تحریکوں کا خاصہ رہا ہے، بالکل وہی افکار و نظریات و عقائد۔۔ اور بعینہٖ وہی دعوت پیش کی گئی جو کہ انبیائے کرام پیش کرتے آتے ہیں ....."

اس دَور میں ظاہری اور حقیقی اسلام میں امتیاز پر زور دیا جاتا تھا۔ مولانا مودودی نے اس دَور میں لکھا تھا کہ "مسلمان کا لفظ خود ظاہر کر رہا ہے کہ یہ "اسم ذات نہیں"۔ بلکہ اسم صفت ہی ہو سکتا ہے، ...... یہ انسان کی اس خاص ذہنی، اخلاقی اور عملی صفت کو ظاہر کرتا ہے، جس کا نام اسلام ہے ......" نیز مولانا مودودی کو شکایت تھی کہ "عام طور پر لوگ فقہی اور قانونی اسلام اور اس حقیقی اسلام میں جو خدا کے ہاں معتبر ہے، فرق نہیں کرتے"

اس دَور میں "تحریکِ جماعتِ اسلامی کی دوسری اہم اور بنیادی خصوصیت جو اسے دوسری تمام ہم عصر تحریکوں سے ممیز کرتی ہے، وہ یہ ہے کہ۔۔ اس نے اپنی دعوت اور اپیل کو مسلمانوں تک محدود نہیں رکھا، بلکہ

اسے غیر مسلموں تک عام کر دیا۔" اور پھر یہ کہ "جماعت اسلامی نے بڑے زور کے ساتھ مسلمانوں کے سامنے یہ بات پیش کی کہ "اتمام حجت" سے قبل "تکفیر" جائز نہیں ہے، کافر تو وہ ہوتا ہے جس پر حق کی دعوت کو واضح کرکے اتمام حجت کیا جا چکا ہو۔ اور وہ اس کو قبول کرنے سے انکار کر دے، آج کے غیر مسلموں کے سامنے آخر اسلام پیش ہی کب کیا گیا کہ انکار کا سوال پیدا ہو......"

مختصراً مصنف کے الفاظ میں:۔ "متذکرہ صدر دو خصوصیات کی بناء پر جماعت اسلامی مسلمانوں کی ایک قومی جماعت بننے کی بجائے ایک "اصولی اسلامی جماعت" بنی جس کا مقصد وحید اسلام کی سربلندی اور اس کا بول بالا کرنا تھا اور وہ بھی اس وجہ سے نہیں کہ اسلام اس "قوم" کا "مذہب" تھا جس کا وہ بھی ایک جزو تھی، بلکہ اس لئے کہ اس کی نگاہ میں وہی "حق" تھا اور اسی میں پوری نوع انسانی کی دنیوی اور آخروی فلاح تھی"

تقسیم ہند کے بعد جماعتِ اسلامی کا دوسرا دور شروع ہوتا ہے، اس دور میں جس طرح جماعتِ اسلامی کی ہئیت بدلی، مصنف نے اسے تفصیل سے بیان کیا ہے، پہلے دور میں جہاں "اصلی" اور "حقیقی اسلام" پر زور دیا جاتا تھا اب جماعت نے "نسل" اور "ظاہری" اسلام کو اپنی دعوت کا اساس بنایا، غیر مسلموں سے اپیل بھی ختم کر دی گئی، اگر پہلے جماعت ایک "اصولی اسلامی تحریک" کی علم بردار تھی، تو اب وہ ایک قومی جماعت بن گئی۔

اور بقول مصنف کے "دورِ اوّل میں جماعت اسلامی اتمام حجت سے قبل "انگریزوں، سکھوں، ہندؤں اور پارسیوں" تک کو کافر کہنے میں احتیاط کرتی تھی، لیکن دورِ ثانی میں اس کا مزاج اور مذاق بالکل عوامی سطح پہ آگیا" اور مصنف کے نزدیک اس کا مظاہرہ نہایت افسوس ناک صورت میں اینٹی قادیانی تحریک کے سلسلے میں ہوا۔

پہلے جماعت قادیانیت کے بارے میں بالکل خاموش تھی، لیکن جب دیکھا کہ یہ مسئلہ عوام کی خصوصی توجہ کا مرکز ہے تو جماعت بھی اینٹی قادیانی تحریک میں شامل ہو گئی۔ اور مولانا مودودی نے قادیانیت کے خلاف ایک رسالہ لکھ ڈالا، جب فضا ٹھنڈی ہو گئی، جماعت نے بھی مسئلہ کا نام لینا بند کر دیا، اور آج ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ سرے سے پیدا ہوا ہی نہیں تھا۔"

ڈاکٹر صاحب اس کا ذکر کرکے لکھتے ہیں:۔ "یہ پوری داستان بے اُصولے پن اور عوام پرستی کا شاہکار نہیں تو اور کیا ہے"

یہ کتاب اکتوبر ۱۹۵۶ء میں لکھی گئی، ورنہ اس کے بعد جماعتِ اسلامی نے بے اُصولے پن اور عوام

پرستی کے بعض جو اور مظاہرات کئے، وہ اس سے بھی زیادہ شاہکار کی حیثیت رکھتے ہیں۔ غلافِ کعبہ کے سلسلے میں جماعتِ اسلامی نے ملک کے طول و عرض میں جن اجتماعات کا انتظام کیا، اُن کی یاد اب تک تازہ ہے۔ اسی طرح سالہا سال تک یہ ماننے اور لکھنے کے بعد کہ ایک عورت کے سپرد کوئی سیاسی منصب نہ کیا جائے صدارتی اُمیدوار مس فاطمہ جناح کی حمایت کرنا اس سے بھی زیادہ عجیب تر ہے۔ اور اس سے بڑھ کر بے اصولے پن اور عوام پرستی کی کیا دلیل ہو گی۔

مصنف نے آخر میں بتایا ہے کہ جماعتِ اسلامی نے اپنے دورِ اوّل کے برعکس، دورِ ثانی میں یہ روش محض اس لئے اختیار کی کہ اُسے یہ خوش فہمی تھی کہ قیادت کے میدان میں خلا ہے۔ اور وہ مسلمانوں کے مذہبی جذبات سے فائدہ اٹھا کر مسندِ اقتدار پر پہنچ سکتی ہے۔

زیرِ نظر کتاب، جماعتِ اسلامی پر خود اہلِ جماعت کی طرف سے جو تنقید کی گئی ہے، اس کا ایک بڑا سنجیدہ اور متین نمونہ ہے۔ اور اس کی ایک ایک سطر سے خلوص ٹپکتا ہے۔

مصنف کے پیشِ نظر جماعت یا اس کی قیادت کی تشہیر یا اُن سے اپنی کسی ذاتی کدورت کو چکانا نہیں، بلکہ اُنھوں نے سچے دل سے جماعت کے مخلص ارکان کو مخاطب کیا ہے، اور ان سے توقع کی ہے کہ وہ موصوف کے اس بیان کی روشنی میں جماعت کی سرگرمیوں کا جائزہ لیں۔

طابع:۔ ظہیر الدین
مطبع:۔ استقلال پریس لاہور
ناشر:۔ ڈاکٹر فضل الرحمٰن ادارۂ تحقیقاتِ اسلامی۔ لال کرتی۔ راولپنڈی